حضرۃ مولانا محمد فضل اللہ القاضی فاضل حقانیہ لاہور ضلع صوابی

علم و دانش کے شہسوار

آپ طبعی طور پر فقیہانہ تحدیث اور محدثانہ فقاہت کے جامع تھے

"شیخ الحدیث" آپ کا وصف نہیں "اسمِ علم" بن گیا تھا —

کائنات رنگ و بو کی زینت انسان سے اور انسان کی زینت علم و ادراک اور کردار و عمل ہے۔

قوتِ محرکہ کے دو روپ ؛

بنیادی طور پر انسان ایک حیوان ہی ہے اس کے اندر کی قوت محرکہ نے دو ، قوتِ شوقیہ اور قوت فاعلہ کے دو روپ دھار لیے ہیں جن کے اساس پر اس سے حیوانی عملیات کا صدور ہوتا ہے حیوان ہونے کے ناطے جب اس کے خیال میں کسی محبوب یا قابل نفرت شے کا تصور مرتسم ہو جاتا ہے تو قوت شوقیہ انگڑائی لے کر قوت فاعلہ کو محبوب چیز کے طلب پر اکسا دیتا ہے یہاں اس کا نام قوت شہوانیہ بن جاتا ہے اور اگر کسی قابل نفرین چیز کو دفع کرنے پر اکساتے تو اسے قوت غضبیہ کا نام دیا جاتا ہے اور چونکہ ان اشیاء کے محبوب اور منفور ہونے کا دار و مدار اسی حیوان کے اپنے ذاتی تصور پر ہوا کرتا ہے ، چاہے یہ محبوب چیز کسی اور کے لیے قابلِ نفرت اور اس کا منفور کسی اور کا محبوب ہی کیوں نہ ہو۔

نفسِ امارہ ؛

لہٰذا صرف انہی دو قویٰ کے مقتضیٰ پر عمل کرنے والے نفس کو "نفس امارہ" کہا گیا۔ وما ابرّئ نفسی إن النفس لأمّارة بالسوء ۔

قوتِ عاقلہ ؛

جبکہ انسان ہونے کے ناطے اس کی طبیعت میں دو دیگر قوتوں یعنی قوت عاقلہ اور اس کی تحریک پر پیدا شدہ قوت عاملہ بھی ودیعت ہوتے ہیں یہی قوت عاقلہ امور تصوریہ اور تصدیقیہ کا ادراک کر کے قوت عاملہ کو اس کے پس منظر میں کچھ کر گزرنے یا کئی چیزوں سے مجتنب رہنے پر اکسا دیتا ہے۔

قوتِ قدسیہ ؛

اور اگر یہی انسان ان کی عقل کو عالم مجرد کے علوم القائیہ کے ذریعہ جلا بخشے تو نور علیٰ نور ، یهدی الله لنوره من یشاء کا مصداق بن کر عقل کو مادی آلائشوں اور تلویث سے پاک و صاف رکھ کر قوتِ قدسیہ حاصل کر کے نفس قدسی بن جاتا ہے ۔ یہی نفوس قدسیہ اگر جزئیات کے ادراک کے پس منظر میں کچھ بدیہی معقولات کو حاصل کر کے بدیہیات سے نظریات کی طرف منتقل ہونے کے لیے استعداد پیدا کر دیتا ہے تو عقل بالملکہ بن جاتا ہے اور اگر معقولاتِ نظریہ کو خزانہ کرنے کے بعد جب چاہے اس کے استحضار پر قدرت حاصل کرتا ہے تو عقل بالفعل کا مالک بن جاتا ہے جبکہ بعض حکماء کے نزدیک اجسام کے علائق مادیہ سے مبالغہ کی حد تک پاک و صاف رکھ کر اس عقل کو ایک صاف و شفاف آئینہ کی طرح رکھ دیتے ہیں اور یوں وہ اپنے طبعی تجرد کے اساس پر ڈھیر سارے امور کا محل انعکاس بن جاتا ہے۔

نفسِ مطمئنہ ؛

اور پھر وہ شرعی امور کو عقلی انداز سے پیش کرنے اور شرعیات کو حسیات کے انداز میں پیش کرنے میں مہارت تامہ پیدا کر کے "حکیم الامۃ" یا "حکیم الاسلام" بن جاتا ہے اور یوں وہ نفس قوت عاقلہ و عاملہ کے اوج کمال پر پہنچ کر نفس مطمئنہ کا مصداق بن جاتا ہے۔

یاایتها النفس المطمئنة ارجعی إلی ربك راضیة مرضیة

جہد للبقاء ؛

دنیا میں پیدا ہونے والی ہر چیز کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ باقی رہے اس کے لیے وہ تگ و دو کرتا ہے اسے جہد للبقاء (STRUGGLE FOR EXISTENCE) کا نام دیا جاتا ہے ، پودا ، کیڑا ، پرندہ ،

پرندہ حیوان جو بھی پیدا ہوا اسکی یہ فعالیت شروع ہوجاتی ہے ان میں قوی باقی اور ضعیف وناتواں نیست ونابود ہوجاتا ہے اسے طبیعیات والے بقاء الاقوی SEAVIVAL OF THE FILTEST کہتے ہیں۔

بقاء الانفع :

شریعت اسلامیہ حیوانی تقاضوں کو دبایا نہیں بلکہ اسے مہذب بنایا ، اس کی توشیح وتہذیب اور اسی بقاء الاقوی کو بقاء الانفع کا ترجمانہ لباس پہنا کر دنیائے انسانیت کو ظالمانہ تصور اپنانے سے بچانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ " إن اکرمکم عند الله اتقکم " حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کہا کہ أتقی کا معنی انفع خلق الله لخلق الله اور حدیث شریف میں خیرالناس من ینفع الناس سے اسکی توثیق کی۔

صالح فطرت :

فطرت صالح کے اساس پر تمام انسانی دنیا میں کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو اگرچہ جسمانی طور پر طبعی تقاضوں کی وجہ سے ابدًا تو نہیں رہ سکتے لیکن وہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے آپ کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے لیے وہ کسی انسانی خیر وفلاح کے مادیات کے میدان میں نت نئے تحقیقات و ایجادات کر کرکے مرنے کے بعد اپنے نام کو ایک ماہر طبیعیات کی حیثیت سے زندہ رکھتے ہیں جبکہ کچھ دیگران اسی انسان کے لیے اپنے اموال و جان کی قربانی دے کر اپنے آپ کو زندہ جاوید بنادیتے ہیں لہٰذا صرف نظر اس سے کہ وہ کس ملک ، علاقہ زبان یا مذہب سے متعلق ہے انسانی دنیا میں اس کا تذکرہ موجود رہتا ہے کہ اس نے انسانی عالم میں کہ اس آفاقی باڈی کا ایک عضو ہونے کے ناطے تمام بدن کے لیے خیر وفلاح ڈھونڈی ، جارج برنارڈ شاہ نے کہا کہ ؛

SOME OF US HAVE TO FALL ON
THE ROADSIDE, THAT THE OTHER
MAY GAT A CHAINCE GO LIVE

کہ کچھ لوگوں نے اپنے آپ کی قربانی دے کر دیگران ان کے لیے زندگی کے مواقع پیدا کرتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

نفوس قدسیہ :

یہی انسان اسی بقاء کی خاطر وحی الٰہی کے ساتھ تعلق پیدا کرکے اسی تجرد و بقاء کو صرف اس دنیا کے لیے نہیں بلکہ عالم آخرت کے لیے بھی وسیلہ بنادیتا ہے جو اوروں کے لیے مقتدا و پیشوا بن کر ان کے دلوں پر بادشاہت کرتے ہیں۔ لوگ ان کے اشارہ پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہیں۔ انہیں نفوس قدسیہ میں ایک ذات استاذ العلماء شیخ المشائخ استاذنا مولانا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی تھی۔

علم ودانش کا شہسوار :

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا گھرانہ بنیادی طور پر علمی و دینی تھا ، یوں حضرتؒ فطری صلاح کے ساتھ ساتھ ایک صالح دینی گھرانہ میں تربیت پائی فلاسفہ کہتے ہیں کہ انسان کی شخصیت بنانے میں دو چیزیں اساسی ہیں ایک موروثی اثرات جو جینز میں منتقل ہوتے ہیں اور دوسرے ماحول کا اثر۔ حضرت صاحب کو دونوں ٹھیک ملی تھیں ، کہ فطرت نے انہیں مستقبل کا جید عالم دین اور مجسمہ کردار بنانا تھا۔ اور انسان کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ علم و دانش کا شہسوار ہو کر دار وعمل کا بادشاہ ہو عزت وکمال کے اوج پر جا پہنچا ہو۔ یوں حضرت شیخ الحدیث صاحب " کانك قد خلقت کما تشاء " کے مصداق تھے۔

جامع الصفات :

شہرت اگرچہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا تقاضا نہ تھا ، لیکن یہ چیزیں عطیہ خداوندی ہوا کرتی ہیں کہ جہاں بھی شہسواران علم و دین کا ذکر ہو حضرت صاحب کے ذکر کے بغیر ذکر عقیم ٹھہرے ۔ جہاں مراکز علوم دینیہ کا تذکرہ ہو ، آپ کے بنا کردہ دارالعلوم حقانیہ جیسے عظیم دینی ادارے کے ذکر کے بغیر تشنہ رہے اور جہاں اخلاق و کردار کا بیان ہو ، آپ کی ذات کے تذکرے کے بغیر نامکمل رہے۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ کی ذات کتنی بڑی تھی اس پر کچھ کہنے کے لیے اگر آپ کی شخصیت سے بڑھ کر شخصیت نہ ہو تو کم از کم آپ کے پلے کی شخصیت کا ہونا ضروری ہے کہ

ع ولی را ولی مے شناسد

ہم جیسے بے بضاعت اور خاک پائے حضرت صاحبؒ صرف اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے ایک سعی کر رہے ہیں۔

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی
ولکن مدحت مقالتی بمحمدؐ

اگر آپ کے جامع الصفات ذات سے کسی ایک پہلو کی ایک ادنیٰ سی جھلک دکھانے پر قادر رہے تو زہے عز وشرف۔

قالوا یذورك أحمد وتذوره
قلت الفضائل لا تفارق منزله
إن زارني فبفضله إن زرته
فلفضله فالفضل في الحالين له

تاریخ دعوت وعزیمت کا تسلسل :

علماء کرام تو کتنی سارے ہیں اور نجوم الہدیٰ رہے ہیں لیکن اجرام فلکیہ میں سورج کا الگ مقام، چاند کا الگ مرتبہ اور قطبی ستارہ کا اپنا مرتبہ ہے۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

اللہ تعالیٰ انہی علماء دین کے سہارے دین کو زندہ تابندہ رکھتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں بھی ہر دور میں ایسے دین کے حامل علماء نے ترویج واشاعت دین کے ساتھ ساتھ جبر وظلم کا مقابلہ کرنا اپنا وطیرہ بنایا فرنگی سامراج کے آنے سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کی شکل میں ان کے تجارتی ادارے کو خطرے کی گھنٹی سمجھتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی نے نعرۂ حق بلند کیا، حضرت شاہ ولی اللہ نے علمی اور فکری حوالے سے تدارک پیش کیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنا تاریخی فتویٰ (ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا) صادر کیا۔ اسی خاندان کے ایک فرد حضرت شاہ اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ نے تاریخی سفر کے سر کئے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد اس تحریک کو زندہ رکھا، تا آنکہ دارالعلوم دیوبند جیسے علمی، فکری اور تربیتی ادارے کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ادارے کے سب سے پہلے فیض یافتہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ضد سامراج اس تحریک کو منظم شکل دے کر آپ کے تلامذہ اور مستفیدین حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا عزیر گلؒ، مولانا محمد میاںؒ، مولانا منصور انصاریؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ وغیرہ جیسے ہزاروں نے تاریخ ساز قربانیاں دیں۔ جس میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کو علمی اور سیاسی میدانوں میں ایک اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے۔

شیخ مدنیؒ کا جانشین :

آپ کے تلامذہ آپ کے فکر کے وارث بن کر آپ کے سیاسی افکار اور علوم کے امین بن کر "سبق لابیہ" کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے حضرۃ شیخ الحدیث صاحبؒ بھی اسی تربیت کی وجہ سے اگر ایک جانب مسند تدریس پر شیخ الحدیث کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے تو دوسری طرف میدان سیاست میں جمعیۃ العلماء اسلام کے پلیٹ فارم سے باطل کے خلاف برسرپیکار رہے، قومی اسمبلی کے لیے جتنی بار الیکشن لڑا ہر بار مخالفین نے شکست کھائی۔

اور پھر اسمبلی کے اندر اس مرد قلندر نے جس انداز سے ملک و ملت کی ترجمانی کی وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

محبوبیت عامہ :

بایں ہمہ آپ اپنے اخلاق و کردار کی بناء پر موافق و مخالف دونوں کے لیے یکساں قابل احترام تھے حالانکہ سیاست کا میدان خارزار مخالفین کو جنم دیتا ہے آپ کے صاحبزادے اور ہمارے استاذ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے آپ کے پانچ سالہ پارلیمانی کردار کو کتابی شکل میں "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" کے نام سے شائع کر کے ملت پاکستان پر عظیم احسان کیا ہے کہ علماء ان کی نمائندگی کا بھرپور حق ادا کر سکتے ہیں انتخابات میں جتنی بار بھی آپ نے حصہ لیا تو کامیاب ہی قرار پاتے۔ یہ آپ کی ذات پر مسلمانوں کے بھرپور اعتماد کا مظہر تھا یہی وجہ تھی کہ جب ایک بار بھٹو کے دور میں ۱۹۷۷ء میں آپ کے کاغذات نامزدگی واپس لینے کا ڈرامہ رچایا گیا تو پوری قوم اداس ہوتی، سڑکوں پر نکلی اور بالعاقبت نااعاقبت اندیشوں کا فراڈ، فراڈ ہی ثابت ہوا۔

"شیخ الحدیث" حضرت کا اسم علم بن گیا تھا :

ایک محدث کی حیثیت سے آپ کی شخصیت ایسی تھی کہ میرے علم کے مطابق دو ہی افراد ایسے ہیں جو شیخ الحدیث کے نام ہی سے جانے ہیں، ایک پیر و مرشد مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ اور دوسرے حضرت الشیخ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ، شیخ الحدیث دونوں حضرات کا وصف نہیں اسم علم بن گیا تھا۔

فقیہانہ تحدیث اور محدثانہ فقاہت :

آپ تدریس حدیث میں علماء دیوبند کے طرز پر احوال رواۃ، فقہی مذاہب کے استیعاب اور ترجیح ماہو الراجح کے انداز کو اس طرح اپنا چکے تھے اور یہ آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور یوں آپ طبعی طور پر فقیہانہ تحدیث اور محدثانہ فقاہت کے دونوں روپ اپنا کر اس میدان کے امام بن چکے تھے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے کسی شاگرد نے آپ کے درس کو سن کر برجستہ کہا کہ "کانہ یتکلم باللسان المدنی"، ایک ایک حدیث شریف پر گھنٹوں بحث کرتے، کسی پہلو کو تشنہ نہ چھوڑتے تھے، دیگر مذاہب کا استدلال پیش کرتے تو ان سے متاثر معلوم ہوتے لیکن ترجیح ماہو الراجح کی بنیاد پر جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے استدلال اور پھر ان کے جوابات دیتے تو امام صاحب کے بالذات اور آپ کے وکیل معلوم ہوتے، مغلق قسم کے مسائل کہ ہر کسی کے عقل کی وہاں آسانی مشکل ہوتی اس حکیمانہ انداز سے قریب عقل

لاتے کہ سننے والا پھر اسے علی وجہ البصیرہ اپنا لیتا۔

درس حدیث کا اہتمام :

اسمبلی کے ممبر ہوتے ہوئے بھی ہر روز پڑھانے کے لیے ضرور آتے اور مدرسہ تشریف لاتے تو نصف گھنٹہ دفتری کاموں کو سنبھالتے اس دوران طلبہ چائے اور تقاضے پورے کرتے اور یوں تازہ دم ہو کر آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے۔ راقم کا ہمیشہ سے یہ ذوق رہا ہے کہ سکول، کالج یونیورسٹی اور مدارس میں جتنی ساری تعلیم حاصل کی تو ہمیشہ صف اول میں بالکل استاد کے سامنے بیٹھنے کو ترجیح دیتا کہ سنتے وقت ادائیں بھی زیرِ نظر ہوں اور یوں استفادہ کامل ہو اور پھر دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ سے محبت و وارفتگی کی حد تک تھی اس لیے عقیدت کی خاطر ہر استاد بالخصوص حضرت شیخ الحدیث صاحب کے آمالی کے ساتھ دفتر سے کتاب اُٹھا کر لے آتا اور جاتے وقت لے جاتا۔ ہر استاد کے امالی قلم بند کرنا میں ہمیشہ تلمذ و تعلم کا ضروری حصہ سمجھتا رہا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے امالی ترمذی کو من و عن لکھتا رہا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کبھی کبھار کہا کرتے تھے کہ یہ آپ لکھیں اسے ترتیب دے کر پھر چھاپیں گے لیکن امتحان سے چند دن پہلے کوئی ساتھی میرے نشست سے اٹھا کر لے گیا ہے شاید اس تاویل پر کہ ذی علم کے لیے علمی مواد بلا اجازت لے کر جانا موجب حد سرقہ نہیں کہ استفادہ مباحہ کا شبہہ موجود ہے میں نے حضرت سے گذارش کی آپ ہر روز طلبہ سے کہتے کہ دیکھتے یہ موجب حد سرقہ نہیں پر حرام ضرور ہے، اس سے استفادہ کر کے مولوی بنو گے پھر اس کے اساس پر درس کر کے کماؤ گے تو ہر جگہ شبہہ کراہت و تحریم کا موجود رہے گا لیکن تاحال اس کا قلق ہے۔ آپ کی کس کس ادا کا تذکرہ کیا جائے کہ

ع کرشمۂ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ایست

پاکستان کا دیوبند :

دارالعلوم حقانیہ جیسا عظیم ادارہ جیسے سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ ، پاکستان کا دیوبند کہا کرتے تھے آپ کی عظمت کی دلیل ہے، دارالعلوم دیوبند کے بعد شاید اتنا بڑا اسلامی ادارہ پرائیویٹ سیکٹر میں موجود ہو گویا آپ اپنے دور کے حضرت نانوتوی رحمہ تھے۔

اساتذہ سے محبت :

علوم دینیہ میں روایتی زنجیر کی کڑیاں علما۔ ہیں آپ اپنے اساتذہ کا تذکرہ کرتے تو ان کی عظمت کے احساسات کو آپ کے چہرہ سے بھانپنا کوئی مشکل کام نہ تھا، خصوصًا امام المجاہدین مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے تو کیفیت کچھ اور ہوتی، اتنے بڑے ہونے کے باوجود تواضع آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی جو کوئی بھی آتا اتنی عزت کرتے کہ آنے والے کے دل پر حضرت کی حکمرانی قائم ہو جاتی تھی۔

طلبہ اور سیاست :

راقم وقتاً فوقتاً ملاقات کی سعادتیں حاصل کرتا رہتا، ایک بار جب راقم پشاور یونیورسٹی کا طالب علم تھا ملاقات کے لیے حاضر ہوا، سیاستِ طلبہ کی بات چلی فرمایا کہ طلبہ کو زیادہ وقت حصول علم میں صرف کرنا چاہیے، اور چونکہ مارشل لاء کا دور تھا طلبہ خصوصیت سے زیرِ عتاب تھے راقم بھی اس راستے کا راہی تھا۔

رفع مشکلات کا وظیفہ :

فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد اوّل و آخر تین بار درود شریف اور درمیان میں گیارہ مرتبہ سورہ قریش پڑھا کریں جس میں قریش پر کیے گئے دو احسانات کا تذکرہ ہے ایک امن و سلامتی کا اور دوسرا ضروریات زندگی کے توفر اور فراہمی کا، اور یوں حضرت نے قرآن کریم کی روشنی میں کیسی فلاحی اور رفاہی ریاست کا تصور سمجھا دیا کہ انسان کی تمام تگ و دو بھی ان دو چیزوں کے حصول کے لیے ہوا کرتی ہے۔

المختصر اینکہ رسمی اور روایتی انداز سے نہیں بلکہ حقائق کی شکل میں حضرت کی وفات حسرت آیات۔

وَمَا کانَ قیس هلکه هلک واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

لیکن آپ اب بھی زندہ ہیں اپنے ہزاروں شاگردوں کی شکل میں، جن میں کوئی محدث، کوئی مفسر، کوئی مصنف، کوئی فقیہہ اور مفتی، کوئی میدانِ جہاد کا جرنیل، اور کوئی سیاسی میدان کا شہسوار، اس طرح آپ اپنے عالم فرزندوں استاذنا مولانا سمیع الحق صاحب، اور مولانا انوار الحق صاحب کی شکل میں زندہ ہیں۔ آپ زندہ ہیں دارالعلوم حقانیہ جیسے عظیم جامعہ کی شکل میں یا پھر ان ہزاروں مدارس کی شکل میں جو آپ کے تربیت یافتہ شاگرد چلا رہے ہیں، آپ زندہ ہیں سیاسی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دینے کی شکل میں یا پھر اپنے افادات و امالی اور تحریرات کی شکل میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت کی تعلیمات ہدایات پر عمل کی توفیقات سے نوازے۔